بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیرِ قادری الموسوم تفسیرِ کشف القلوب ۱۳۱۹ھ

49 حجرات

حصہ دوم جلد اول

از

شیخ الاسلام سید محمد پادشاہ حسینی قادری لئیق رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱۷ـ۱۳۸۴ھ)

سُورَۃُ الحُجرات

یہ سورہ مدنی ہے۔ اس کے حروف (۱۴۷۶) کلمے (۳۴۰) آیتیں (۱۸) ہیں (نیشاپوری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ①

اے ایمان والو خدا اور اسکے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور خدا سے ڈرو بے شک اللہ سننے اور جاننے والا ہے :—

اس سے پہلی سورۃ میں سرکار عالم کی رفعت شان اور آپ کے منصب نبوت کی عظمت کے ساتھ صحابہ کرام کے فضائل وخصوصیات کا بیان ہوا تھا۔ اب اس سورۃ میں آداب و اخلاق فاضلہ کی تعلیم فرمائی جاتی ہے۔ چونکہ یہ تمام فضائل و مراتب محض حضور انور کی صحبت کا صدقہ ہیں اس لئے اس کی ابتداء دربار رسالت کے آداب سے ہوئی ہے اور پہلا حکم یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش قدمی نہ ہو۔ پیش قدمی سے کیا مراد ہے؟

اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس[1] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنّت کے خلاف نہ کہو۔ جابر وحسن رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ آنحضرت[ص] کے (جانور قربانی) ذبح کرنے سے پہلے ذبح نہ کرو۔ کیونکہ جن لوگوں نے ایک عید اضحیٰ میں ایسا کیا تھا ان کو آپ نے پھر ذبح کا حکم دیا۔ حضرت بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور[ص] انور سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ کیونکہ بعض لوگوں نے رمضان سے پہلے روزے رکھنا شروع کر دیا تھا۔ تفسیر خازن میں ہے کہ کسی قول وفعل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سبقت نہ کرو تا وقتیکہ سرکار[ص] خود حکم صادر نہ فرمائیں[2]۔ جابر[رض] کا ایک دوسرا قول ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استفسار نہ فرمائیں کچھ نہ کہو۔ حسن بصری[رح] سے بھی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ امام سے پہلے دعا نہ مانگو۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ یہ حکم قول وفعل دونوں کو شامل ہے[3]۔ چونکہ لا تقدموا کا مفعول مذکور

---

[1] معاذ بن جبل کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب حاکم بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت فرمایا کہ تم کس چیز سے حکم کروگے۔ انہوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر اس میں نہ ملے تو عرض کیا کہ سرکار دوعالم صلعم کی سنت کے موافق حکم کرونگا۔ فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو عرض کیا پھر اپنے اجتہاد سے کام لونگا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر تھپکی دی اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے ایلچی کو ایسی بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہوا۔ (ابن کثیر جلد ۹ ص ۲۶۹) [2] تفسیر خازن جلد ششم ص ۱۸۱ [3] ابن کثیر۔

نہیں ہے لہٰذا اس کی تعمیم بھی اسی کی مقتضی ہے کہ یہ سب اُمور اس میں داخل ہوں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے اور جاننے والا ہے یعنے خدا تعالیٰ تمھارے اقوال کو سننے والا اور تمھارے افعال اور نیتوں کا جاننے والا ہے۔

آیت ۲
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اے ایمان والو تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ ان سے اس طرح پکار کر بات کرو جس طرح تم باہم ایک دوسرے سے پکار کر گفتگو کرتے ہو۔ (ورنہ) تمھارے اعمال اکارت ہو جائینگے اور تمھیں خبر تک نہ ہوگی

دربار رسالت کے یہ دوسرے ادب کی تعلیم ہے کہ خبردار ہمارے حبیبؐ کے آگے اپنی آواز کو بلند نہ کرنا اور اس کی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ جب سرکار عالمؐ کسی کو شرف مکالمت عطا فرمائیں تو حضورؐ کے مخاطب کا فرض ہے کہ اسکو کمال ادب و خاموشی سے سنتا رہے۔ اور تاوقتیکہ ارشاد نبوی ختم نہ ہو اپنی طرف سے کچھ نہ کہے۔ کیونکہ قطع کلام کرنا اور کسی کی بات کاٹ کر درمیان میں بولنا اپنے ہم رتبہ کے مقابلہ میں بھی ناشائستگی اور بد تہذیبی ہے پھر اپنے سے عالی مرتبہ خصوصًا بارگاہ رسالت میں تو کمال بے ادبی ہے۔ دوسری صورت یہ کہ اگر اپنی طرف سے بھی

حضورؐ میں کچھ عرض کرنا ہو تو آواز نہایت پست اور لب و لہجہ نہایت ادب آمیز ہونا چاہیئے۔

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ الآیہ کے بعض علماء نے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو نام و کنیت سے پکارتے ہیں اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارو بلکہ حضور کو نہایت نرم آواز سے یا نبی اللہ یا رسول اللہ سے مخاطب کرو[1]۔

شانِ نزول:۔ اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے کچھ آدمی سرورؐ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بنی تمیم پر قعقاع بن معبد کو سردار قوم بنا دیجیے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ اقرع بن حابس کو سردار بنائیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے عمر اس میں تم کو صرف میری مخالفت مقصود ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرا مقصد آپکی مخالفت نہیں ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ ساتھ ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت صدیقؓ اکبر نے تو عہد کر لیا کہ آئندہ سے وہ اس طرح گفتگو کریں گے جیسے کوئی راز دار گفتگو کرتا ہے فاروقؓ اعظم کی بھی یہی حالت تھی کہ

[1] ابن جریر جلد ۲۶ صفحہ ۷۴، ۷۵

جب آنحضرت سے کچھ عرض کرتے تو نہایت دھیمی آواز سے گفتگو کرتے اور ایک جلیل القدر صحابی حضرت ثابتؓ ابن قیس جن کو ثقل سماعت کی شکایت اور آواز بلند تھی اپنے گھر میں بیٹھ گئے کہ یہ آیت میرے ہی سبب سے نازل ہوئی کیونکہ میری ہی آواز بلند ہے لہٰذا میرے سارے اعمال اکارت ہو گئے۔ اور میں دوزخی ہوں۔ رحمۃ للعٰلمین کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ان کو طلب فرما کر جنّت کی خوش خبری سنائی تب انکو اطمینان ہوا۔

ترمذی انسؓ ابن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم مہاجرین و انصار کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو سوائے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے کوئی سر نہ اٹھاتا البتہ یہ دونوں حضرات حضور انور کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرایا کرتے اور حضور بھی ان کی طرف دیکھ کر تبسّم فرماتے۔ دربار رسالت کی ایک تصویر اسامہؓ بن شریک ان الفاظ میں کھینچتے ہیں کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے اصحاب آپکے گرد اس طرح (چپ چاپ اور بے حس و حرکت) صف بستہ ہیں کہ گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہوئے ہیں (شفاء شریف جلد ۲ صفحہ ۳۱)

صحابہ کرامؓ کی یہ اطاعت و فرماں برداری پسند آتی ہے رحمت الٰہی کو جوش ہوتا ہے اور عرشِ اعظم سے اظہار خوشنودی کا پیغام اور مغفرت و اجر عظیم کی سند ان

الفاظ میں نازل ہوتی ہے۔

۳ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ
امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ○ -9-

بیشک جو لوگ اپنی آوازیں رسُول اللہ کے حضور میں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو خدا نے تقوی کے لئے آزمایا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

یعنے اپنے حبیبؐ پاک کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کی تعلیم جو تم کو دی گئی اور جس پر تم نے ہمارے حسب منشاء عمل کیا وہ دراصل تمھارے دلوں کا امتحان تھا تاکہ تم کو تقوی کی سند سے سرفراز کیا جائے کیونکہ وہی متقی ہے اور اسی کو تقوی نصیب ہوتا ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور آپ کی تعظیم کرتا ہے۔ ایسے با ادب لوگوں کے لئے خدا کی بخشش اور اس کا بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں اخلاص و ایمان رکھا ہے جس کے بدلہ ان کے لئے اجرِ عظیم ہے۔ مومنوں کے دلوں میں اگر معصیت کی خواہش پیدا بھی ہوتی ہے تو وہ خلوص ایمان کی بدولت اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کو معصیت کی خواہش ہوتی ہے اور وہ اس پر عمل نہیں کرتا اور ایک کو نہ معصیت کا

خیال آتا ہے اور نہ وہ اس پر عمل کرتا ہے تو ان دونوں میں افضل کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جسے معصیت کی خواہش ہوتی ہے اور وہ اس پر عمل نہیں کرتا اور یہ آیت پڑھی

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ الآیہ

چونکہ آواز کا بلند کرنا اور کسی بات میں تقدیم کرنا خود کو بزرگ سمجھنے اور بزرگی چاہنے کی دلیل ہے اور یہ آداب رسالت کے خلاف ہے اس لیئے اللہ تعالےٰ نے تقدیم سے منع فرمایا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بزرگی چاہنا کیا معنی۔ یہاں تو اپنے اکرام کو چھوڑنا عین اکرام ہے اپنے احترام کو ترک کرنا حقیقی احترام ہے اور یہاں کی ذلّت ہزار عزّتوں کی عزّت ہے اور یہی اصل تقویٰ ہے کیونکہ جب کوئی شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کریگا تو وہ بدرجۂ اولیٰ اللہ تعالیٰ کا ادب کریگا اور اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" ومن یعظم شعائرُاللہ فانّہا من تقوی القلوب" اللہ تعالیٰ کے آداب و تعظیم کی علامت تقویٰ ہے تو پھر بھلا اعظم شعائراللہ یعنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کیوں تقویٰ کی دلیل نہوگی۔ اس لئے فرمایا کہ جو لوگ آپ کے سامنے اپنی آوازیں پست کرتے ہیں وہ لوگ وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالےٰ نے تقوےٰ[1] کے لئے خالص کردیا ہے۔ اللہ ہدایت دے

[1] التقوی۔ تاء التقوی مقلوبٌ من الواوُ۔ والتقوی جعل النفس فی وقایۃ مما یخاف۔ التقوی فی تعارف الشرع حفظ النفس عما یؤثم وذلك بترك المحظور ویتم ذلك بترك بعض المباحات (مفردات راغب) بقیہ حاشیہ

ان ناسمجھوں کو جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کما حقہٗ عظمت میں خود بھی کوتاہی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی ویسی ہی ہدایت دیتے ہیں اور پھر عالم و متقی ہونے کے مدعی بھی ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ جس قدر حضور اکرمؐ کی عظمت کو گھٹانے کوشش کرینگے اسی قدر ان کے ایمان میں نقص ہوگا۔ یہ بات مسلم ہے کہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی تعظیم کے بعد ساری کائنات میں سزاوار عظمت حضور انور ہی کی ذات والاصفات ہے صاحبؒ بردہ نے کیا خوب کہا ہے۔؎

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیّھم   واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

تعظیم نبوی کے متعلق حضرت امام مالک کا فتویٰ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی تعظیم و تکریم آپ کی حیات طیبہ میں تھی آپ کے اس

(بقیہ صفحہ گذشتہ) قال الاستاذ ابو علی الدقاقؒ۔ التقوی:۔ اتقاء[۱] الشرک۔ ثم بعدہ اتقاء[۲] المعاصی والسیئات۔ ثم بعدہ اتقاء[۳] الشبہات۔ ثم تدع[۴] بعدہ الفضلات (رسالہ قشیریہ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مصر)

ابن عطا فرماتے ہیں کہ تقوی ظاہر بھی ہوتا ہے اور باطن بھی۔ ظاہر تقوی محافظت حدود ہے اور اسکا باطن نیت اخلاص ایضاً عوام[۱] کا تقوی شرک سے ہے اور خواص[۲] کا معاصی سے۔ اولیاء[۳] کا افعال کو وسیلہ بنانے سے اور انبیاء[۴] کا افعال کی نسبت سے کیونکہ انکا تقوی خدا سے خدا ہی کی طرف ہوتا ہے۔ جناب امیرؓ فرماتے ہیں لوگوں کے سردار دنیا میں سخی اور آخرت میں وہ ہوتے ہیں جو متقی ہیں (ایضاً ص ۶۲)

التقوی:۔ جماع الخیرات کلھا۔ فمن اتصف بھا فقد حاز جمیع الخیرات (نتائج الافکار جلد دوم ص ۱۴۱ مطبوعہ مصر)

حضرت شیخ اکبرؒ نے بھی تقویٰ کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں تقویٰ[۱] اللہ۔ تقوی الحجاب[۲] والستر۔ تقوی[۳] الحدود الدنیویہ۔ تقوی[۴] النار۔ اور فتوحات میں ہر ایک قسم کا ایک خاص باب علیحدہ علیحدہ لکھا ہے (فتوحات مکیہ جلد دوم ابواب ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷)

جہان فانی سے پردہ فرمانے کے بعد بھی ویسی ہی تعظیم و تکریم واجب ہے۔ بلکہ آپ کا ذکر اور آپ کی حدیث شریف اور آپ کا اسم مبارک سنتے وقت بھی ویسی ہی تعظیم و ادب لازمی ہے بلکہ آپ کی آلؑ و عترت اور آپ کے اصحابؓ کرام کے سیر پاک سنتے وقت بھی وہی ادب و احترام ملحوظ رہے۔ خلیفہ منصور نے مسجد نبوی میں امام مالکؒ سے کسی مسئلہ کے متعلق گفتگو کی تو امام مالکؒ نے اس کو ٹوک دیا کہ اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کیجئے کہ خدائے تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھایا ہے کہ اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرے اور اس قوم کی تعریف کی ہے جس نے اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پست رکھیں۔ اور ایک قوم کی مذمت فرماتا ہے کہ ان الذین ینادونک الآیہ اور آپکی جو حرمت حیات میں تھی وہی بعد حیات بھی ہے۔

امام مالکؒ کے پاس طلباء حدیث کی جب کثرت ہوئی تو ان سے کہا گیا کہ آپ اگر مستملی مقرر فرمالیں تو سب لوگ سن سکتے ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی یٰاَیُّھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اَصْوَاتکم فوق صَوتِ النّبی اور اس کے بعد فرمایا حرمتہ حیاً و میتاً سواء (شفاء شریف جلد دوم صفحہ ۳۲، ۳۳، ۳۴)

ابو ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کا ذکر ہو تو ہر مومن کا فرض ہے کہ وہی خشوع و خضوع اور ویسی ہی تعظیم و تکریم اور وہی ادب و احترام ملحوظ رکھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انور کے

سامنے ہونے پر ملحوظ رکھتا۔

قاضی عیاضؒ جو اپنے وقت کے زبردست فقیہ اور امام تھے فرماتے ہیں کہ ہذہ کانت سیرۃ سلفنا الصالح وائمتنا الماضیین رضی اللہ تعالیٰ عنہم (شفاء شریف جلد دوم صفحہ ۳۲) اسی پر موقوف نہیں بلکہ فاروق اعظمؓ کی سنّت بھی یہی ہے چنانچہ سرکار کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دو شخصوں کو بلند آواز سے بات کرتے سنا اور ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم طائف کے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم اہلِ مدینہ ہوتے تو میں تمھیں دُرّوں کی سزا دیتا۔

ع ۴،۵ آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ 49-4
صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ 49-5

(اے نبی) بے شک جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں کے اکثر (آپ کی شان کو) نہیں سمجھتے۔ اور اگر وہ (لوگ) صبر کرتے یہاں تک کہ آپ (از خود) برآمد ہوتے تو یقیناً یہ ان کے لئے اچھا ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کی شان نزول میں دو روایتیں ہیں (۱) اقرع ابن حابس نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حاضر ہو کر حجرے کے باہر سے حضور کا

[1] حجرات حجرہ کی جمع ہے اور حجرہ کے معنی کمرہ کے ہیں یہاں حجرات سے مراد آنحضرت صلعم کے ازواج مطہرات کے محل سرا ہیں ۱۲

نام مبارک لیکر پکارا اور کہا کہ باہر آئیے حضورؐ نے آواز نہیں دی۔ دوبارہ اس طرح آواز دی یا محمد ان حمدی زین وان ذمی شین یعنے میری تعریف اچھی ہے اور میری مذمت بری۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ وہ تو اللہ ہی ہے جس کی تعریف اچھی اور مذمت بری ہے (واحدی صفحہ ۲۸۹)

(۲) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عربوں کی ایک جماعت نے کہا کہ چلو اس آدمی (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں گے۔ اگر وہ نبیؐ ہے تو ہم سعادت حاصل کرینگے اگر وہ فرشتہ ہے تو ہم اس کے پروں کے زیر سایہ زندگی بسر کرینگے میں نے (زید بن ارقمؓ) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کردی پھر وہ جماعت حجرہ مبارک تک آئی اور حضور انورؐ کو نام مبارک سے پکارنا شروع کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابن جریر جلد ۲۶ صفحہ ۷۷)

اس آیت کریمہ میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آواز بلند کرنی تو کجا آپ کے دولت سرا کے باہر سے بھی آپ کو آواز دینی سخت بے ادبی سراسر نادانی اور خلاف شان ایمان ہے۔ آخر پر ان نادانوں کو خود تبارک وتعالےٰ تعلیم فرماتا ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سکھاتا ہے کہ جب تم ہمارے نبی کے دروازہ پر حاضر ہو تو خبردار ان کو آواز نہ دینا۔ بلکہ ان کے دروازہ پر منتظر

کھڑے رہو۔ یہانتک کہ ہمارا حبیب[۲] یعنے تمھارا آقا و مولیٰ از خود بر آمد ہو۔ اسی میں تمھاری خیر اور فلاح دارین ہے اس سے قبل جو کچھ تم نے عدم واقفیت سے ترکِ ادب کیا اسکو ہم نے معاف کیا کیونکہ اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے[۱]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کی تعلیم فرما کر اب آپس کے آداب کی تعلیم تین[۳] طرح پر فرماتا ہے۔ اول فاسقوں کے مقابلہ میں ایک مسئلہ بیان فرماتا ہے جو سیاست منزل اور سیاست مدنیہ کا اصل اصول ہے۔ پھر مومنین خاص کا رکھ رکھاؤ اور پھر مومنین غائب کے ساتھ طرز عمل کی تعلیم دیتا ہے۔ چونکہ غلط خبروں سے مسلمانوں میں

۱ے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ پاک کے جو حقوق اپنے بندوں پر عائد کئے ہیں انکا پہلا زینہ ادب ہے جسکے متعلق چار اصولی احکام صادر ہوئے ہیں (۱) حضور کے آگے کوئی مسلمان قولاً یا فعلاً کسی طرح کی تقدیم نہ کرے (۲) کوئی مسلمان حضور کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے (۳) پکار کر گفتگو نہ کرے (۴) حضور جب اندر تشریف فرما ہوں تو باہر سے آواز دیکر نہ بلائے۔

یہ آداب جو حضور کیلئے بیان ہوئے ہیں آپ کے بعد جو آپ کا نائب ہو سب کو اس کا بھی احترام کرنا چاہیئے خواہ وہ شریعت کا امام ہو یا طریقت کا جسکو شیخ یا پیر یا مرشد کہتے ہیں چنانچہ انہیں آیات کے استدلال سے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ادب المرید مع الشیوخ عند الصوفیۃ من مھام الاداب و للقوم فی ذالک اقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہؓ وقد قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا تقدموا الایۃ (عوارف المعارف جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۵۹) سرکار بغداد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی ارشاد مبارک ہے کہ من آداب المرید ان لا یتکلم بین یدی الشیخ الا فی الضرورۃ (غنیۃ الطالبین جلد دوم صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ مصر) ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ فالواجب علیہ (ای علی المرید) ترک مخالفۃ الشیخ فی الظاہر و ترک الاعتراض علیہ فی الباطن (ایضاً صفحہ ۱۶۳)۔

باہم فتنہ وفساد پیدا ہوجایا کرتا ہے اس لئے سب سے پہلے فرمایا کہ بلاتحقیق کسی
فاسق کی کسی بات کا اعتبار نہ کرو جس طرح ارشاد ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا 49-6
بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ○ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق
تمھارے ہاں کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو (ایسا نہ ہو) کہ تم نادانی سے کسی قوم کو
نقصان پہونچاؤ پھر اپنے کئے پر نادم ہو۔

یہ آیت ولید بن عقبہ کے متعلق نازل ہوئی۔ اس واقعہ کو حارث ضرار الخزاعی اس طرح فرماتے ہیں کہ میں حضور انور کے دربارِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ حضور انور نے دعوتِ اسلام کے بعد دعوت زکواۃ دی۔ میں نے اس کو بھی قبول کیا۔ پھر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں اب لوٹتا ہوں اور اپنی قوم کو اسلام اور ادائے زکواۃ کا تبلیغی پیغام دیتا ہوں۔ جو میری دعوت پر لبیک کہے اور زکواۃ ادا کرے تو میں اسکو اپنے پاس محفوظ رکھتا ہوں حضور اپنے کسی آدمی کو روانہ فرمائیں تو اس کے ذریعہ زکواۃ کا مال گذران دیا جائے۔ چنانچہ حضرت حارثؓ تشریف لے گئے اور اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور مال زکواۃ جمع کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے منتظر رہے۔ جب قاصد کے آنے میں تاخیر ہوئی تو

حارث رضؓ کو خیال ہوا کہ شاید مجھ سے کچھ نہ کچھ قصور ہوا کہ خدا اور اس کے رسولؐ کا عتاب ہوا۔ پس حضرت حارث نے سرداران قوم کو جمع کیا اور فرمایا کہ زکواۃ کا مال میرے ہاں سے لینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت مقرر فرمایا تھا۔ حضور انور سے وعدہ خلافی ممکن نہیں۔ قاصد کے نہ آنے کی وجہ میں یہہ سمجھتا ہوں کہ یہ صرف حضور اقدس کا عتاب ہے۔ چلو ہم خود دربار اقدس میں حاضر ہو جائینگے اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو حارثؓ کی طرف یہ کہہ کر روانہ فرمایا تھا کہ حارثؓ کے ہاں جو کچھ زکواۃ کا مال ہو لیتے آنا۔ ولید بن عقبہ تھوڑی دور آکر راستہ سے واپس ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کردیا کہ یا رسول اللہ حارثؓ نے زکواۃ نہ دی بلکہ اُلٹے میرے قتل کے درپے ہوئے۔ حضور غضبناک ہوگئے۔ اور ایک جماعت کو حارثؓ کی طرف روانہ فرمایا۔ اُدھر سے حارثؓ مع اصحاب، مدینہ کی طرف چلے آرہے ہیں۔ مدینہ کے قریب راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی حضرت حارثؓ نے ان لوگوں سے کہا اِلیٰ مَنْ بُعِثْتُمْ۔ انہوں نے کہا" الیك" حارث نے کہا میرے طرف کیسے انہوں نے کہا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو تمھارے ہاں روانہ فرمایا تھا تم نے انہیں زکواۃ نہ دی۔ الٹے انہیں مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ حارث رضی اللہ عنہ نے

کہا کہ لاوالذی بعث محمداً صلی اللہ علیہ وسلم بالحق ما رائیتہ ولا اتانی۔ یعنے ہرگز نہیں۔ قسم اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا نہ میں نے اس کو دیکھا اور نہ وہ میرے پاس آیا۔ جب حارث رضؓ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور میرے قاصد کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو حارثؓ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا نہ میں نے اُسے دیکھا اور نہ وہ میرے پاس آیا۔ بلکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کوئی قاصد میرے پاس نہ آیا تو میں اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب کے ڈر سے خود حاضر خدمت ہو گیا[۱]۔

اس آیۃ کریمہ میں جل جلالہٗ نے سیاست مدن اور تدبیر منزل کے نہایت اہم مسئلہ کی مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ مسلمانو سنی سنائی خبر پر بلا تحقیق اعتبار نہ کرو بلکہ جب کوئی بدطینت آدمی تمھارے پاس کوئی خبر لے آئے تو اولاً تم اسکی دوسرے ذرائع سے جانچ پڑتال کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایک مفسد کی اطلاع پر کسی کو نقصان پہنچا دو۔ اس وقت تمھیں بجز ندامت کے اور کیا حاصل ہوگا مسلمانوں کو چاہیئے کہ

[۱] ابن کثیر۔ درمنثور۔ والطبرانی۔ فتح البیان۔ ۱۲

ان چیزوں سے بھی بچیں جن کا نتیجہ ندامت ہو۔ ندامت سے اسی وقت بچ سکتے ہیں
جبکہ مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل کریں نہ یہہ کہ مسلمان یہہ چاہیں کہ
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مشوروں پر عمل فرمائیں۔ دربار رسالت میں انکی
ایسی خواہش خلاف آداب رسالت ہے۔ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان میں رسول اللہ
موجود ہیں جس طرح ارشاد باری ہے وَاعْلَمُوٓا اَنَّ فِيكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ 7
فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ
قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ
فَضْلًا[1] مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ اور جان لو کہ بیشک تم میں ٤
رسول اللہ ہیں اگر وہ بہت سی باتوں میں تمھارا کہا مان لیں تو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے
اور لیکن اللہ نے ایمان کو تمھارا محبوب کر دیا ہے اور اسے تمھارے دلوں میں زینت
دیدی اور کفر وفسق ونافرمانی کو تمھارے پاس برا ٹھیرایا ہے یہی لوگ اللہ کے فضل و
احسان سے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ کیونکہ تم میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور وہ تم سب سے بہتر اور تم پر شفیق ہیں کہ النبی

[1] فضل و نعمت میں یہ فرق ہے کہ فضل وہ بھلائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ اس سے مستغنی ہے
اور نعمت وہ ہے جو بندہ کی طرف پہونچتی ہے اور وہ اس کا محتاج ہے (تفسیر کبیر)

اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنین میں انکی جانوں سے بہتر ہیں) لہٰذا تم ان کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کرو اور ان کے احکام کی تعمیل کرو کیونکہ وہ تمھاری مصلحتوں کو تم سے بہتر جاننے والے اور تم پر خود تم سے زیادہ شفیق ہیں اور ان کی رائے تمھارے واسطے خود تمھاری رائے سے زیادہ صائب اور مکمل ہے پھر تم کیوں اپنی رائیں لگاتے ہو تم کو چاہیئے کہ ان کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔ ورنہ مبتلائے تکلیف و آلام ہو جاؤ گے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو سب سے زیادہ تمھارا محبوب بنا دیا ہے اور کفر و نافرمانی سے تمھیں نفرت دلائی ہے اسی لیئے تم سیدھے راستہ پر ہو[1] یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے (اس آیت کریمہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے) پھر مسلمانوں کو

---

[1] جب جنگ احد کے روز مشرکین لوٹ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو حکم دیا کہ درست ہو جاؤ کہ میں اپنے رب عزوجل کی حمد کروں وہ لوگ آپکے پیچھے کئی صف ہو گئے۔ آپنے بہت بڑی دُعا پڑھی مختصراً یہ ہے کہ اللھم حبّب الینا الایمان و زینہ فی قلوبنا و کرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان واجعلنا من الرّاشدین یعنے یا اللہ ایمان کو ہمارا محبوب بنا دے اور اسکو ہمارے دلوں میں رچا دے اور کفر و فسق و گناہ سے ہمیں نفرت دلا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں کر دے (ابن کثیر۔ درمنثور) اور ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو اسکی نیکیوں سے خوشی ہو اور برائیوں سے رنج تو وہ مومن ہے (ابن کثیر) اس حدیث سے ہر شخص اپنا امتحان کر لے۔ عبادت کی ادائی میں خوشی ہوتی ہے یا گناہوں میں اور اس سے اپنے ایمان کی قوت و ضعف۔ وجود و عدم کو ملاحظہ کرے۔ ۱۲

ایک اور امر کی تعلیم فرماتا ہے۔

49 وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا

عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اور

اگر ایمان واروں میں سے دو گروہ باہم لڑائی کریں تو ان دونوں میں صلح کرادو۔ پھر اگر

ان دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرے اس سے تم لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ

کے حکم کی طرف رجوع کرے پس اگر (حکم خدا کی طرف) رجوع کرے تو ان دونوں میں

برابری کی صلح کرادو اور انصاف کرو بے شک اللہ منصفوں کو دوست رکھتا ہے

۱ اس آیت سے اہلِ حق نے استدلال کیا ہے کہ گناہ سے خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو ایمان نہیں جاتا اور خوارج و معتزلہ وغیرہ جو کہتے ہیں وہ درست نہیں ہے اور صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز منبر پر خطبہ پڑھنے لگے۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس تھے آپ کبھی حضرت حسنؓ کو ملاحظہ فرماتے اور کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے پھر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ذات سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اہلِ شام و اہلِ عراق کے درمیان طویل لڑائیوں اور ہولناک واقعات کے بعد حضرت حسنؓ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے صلح کرادی (ابن کثیر) اس حدیث سے یہ بات بھی ظاہر ہوری ہے کہ دونوں فرقے بھی مسلمان تھے۔ ۱۲

۲ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان المقسطین فی الدنیا علی منابر من لولوء بین یدی الرحمٰن عزوجل بما اقسطوا فی الدنیا (ابن کثیر از نسائی باسناد صحیح) یعنے جو لوگ دنیا میں عدل کرتے تھے وہ رحمٰن عزوجل کے روبرو دنیوی عدل کے بدلے موتی کے منبروں پر رہینگے باقی بر صفحہ آئندہ

اس آیت شریف کی شان نزول سے متعلق سدیؒ نے کہا ہے کہ انصار میں ایک شخص عمران نامی تھا اور اس کی بی بی کا نام ام زید تھا ایک مرتبہ اس عورت نے چاہا کہ اپنے کنبہ میں جائے اس کے شوہر نے اس کو روکا اور بالاخانہ پر بند کر دیا کہ وہاں اس کا کوئی قرابت دار نہیں پہنچ سکتا تھا ایک دن اس عورت نے موقعہ پاکر اپنے قرابت داروں کو اطلاع دے دی۔ وہ لوگ آگئے اور اس کو لے جانا چاہا۔ مرد کے گھر والوں نے اپنے قرابت داروں کو پکارا۔ لوگ جمع ہو گئے اور آپس میں سخت نزاع برپا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو بلاکر باہم صلح کرادی اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں فرماتا ہے کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں کوئی جنگ و جدال کی صورت پیدا ہو جائے تو فوراً ان میں صلح کرادو اور اگر کسی نے زیادتی کی تو جس کی زیادتی ہو اس سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے فعل سے باز آجائے اور جب باز آجائیں تو پھر انصاف و عدل کے ساتھ ان میں صلح کرادو کیونکہ مسلمان

(بقیہ صفحہ گذشتہ) دوسری حدیث میں ہے کہ عادل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے داہنے جانب نور کے ممبروں پر ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل و عیال میں اور جہاں حاکم بنائے گئے اس جگہ منصفانہ حکم کرتے ہیں (ابن کثیر از مسلم ونسائی)۔ ۱۲

آیت ۱۰ع

ایک دوسرے کے بھائی ہیں جس طرح فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا

بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ع مسلمان (آپس میں)

بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے

ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کیا گیا کہ مظلوم کی مدد تو ہو سکتی ہے لیکن ظالم کی مدد کس طرح کی جائے۔ فرمایا تمنعہ من الظلم فذالک نصرک ایاہ یعنے اس کو ظلم سے روکو اس کی یہی مدد ہے۔ صلح کے احکام کے بعد ایسی باتوں سے

لہ انما المومنون :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ خود اس پر ظلم کرتا ہے نہ ظالموں کے سپرد کرتا ہے۔

وفی الصحیح واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ یعنے خدا بندہ کا مددگار ہے جبتک کہ وہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب مسلمان اپنے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین ولک بمثلہ یعنے تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔

صحیح حدیث میں ہے المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا وشبک بین اصابعہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے مسلمان مسلمانوں کے ساتھ بمنزلہ عمارت کے ہے کہ اسکا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت دیتا ہے اور آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمایا (ابن کثیر)

منع فرماتا ہے جن سے فساد ہوا کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق امت پر بیان کرنے کے بعد مومنین کے باہمی حقوق بیان کرنے سے پہلے یہ اساسی تعلیم ہے کہ ہر مومن خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ محمود ہو یا ایاز سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں اس لئے ان کو ایک دوسرے کے ساتھ اسی خلوص واتحاد سے پیش آنا چاہیئے اور ان کا باہمی برتاؤ بھی وہی ہونا چاہیئے جو ایک بھائی کا دوسرے بھائی سے ہوتا ہے اور یہ تعلیم اسلام کی ان خصوصیات میں سے ہے جو اسکو دیگر مذاہب باطلہ سے ممتاز کرتی ہیں۔ اسی تعلیم کا اثر تھا جس نے اوس وخزرج کے پرانے جھگڑے مٹادئے اور سارے عرب کو ایک مرکز پر جمع کر دیا۔ اسی کی بدولت عرب نے سلطنت کسریٰ کے پرخچے اڑا دیئے اسی کے طفیل میں قیاصرہ نے عربوں کے آگے اپنے مغرور سر جھکا دیئے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ خواہ وہ کسی بلند سے بلند مرتبہ پر پہنچ جائے اس رشتہ کو کبھی نہ بھولے کیونکہ یہ رشتہ خدا نے قائم کیا ہے اور اس کو اپنی نعمت سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ لہٰذا جو مسلمان اپنی کسی ترقی کے گھمنڈ میں اس رشتہ دینی کو بھول جائے وہ خدا کا ناشکر گزار بندہ اور خدا کے پاس روز قیامت جوابدہ ہے بلکہ عجب نہیں کہ اس ناشکر گزاری کی پاداش میں اس سے وہ دنیوی نعمت بھی

چھین لی جائے جس کے نشہ میں وہ اپنے اس رشتہ دینی کو بھول گیا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے اپنے دینی بھائی کی صلاح و فلاح کا ہر وقت طالب رہے۔ اور اپنے بھائی کی جائز اور ممکن مدد کے لئے ہر وقت تیار رہے اور اگر اپنے بھائی میں کوئی عیب دیکھے تو اس کی رسوائی یا پردہ دری کرنے کی بجائے تنہائی میں خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو نرم اور پر اثر الفاظ میں نصیحت کرے اور غائب میں خدا سے اس کے لئے دعا کرے کہ خدا اس کو نیک ہدایت دے۔

آیت ۱۱ کسی ایک کو دوسرے کا مذاق اڑانے کی ممانعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ 11
مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ
بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

اے ایمان والو ایک قوم (مرد) دوسری قوم (مرد) سے تمسخر نہ کرے شاید کہ وہ ان سے

ا؎ اللمز ۔ الاغتیاب وتتبع المعاب (مفردات) اللمز ۔ العیب واصلہ الاشارۃ بالعین ونحوھا (مختار) اللمز ۔ عیب کردن واشارہ کردن بچشم (صراح)

۲؎ انفسکم :۔ یعنے لوگوں کو عیب نہ لگاؤ کیونکہ تم سب ایک ہو نیز وہ بھی تمہیں عیب لگائینگے اور انکے عیب لگانے کے باعث چونکہ تم ہی ہو اس لئے گویا تم نے اپنے آپ کو عیب لگایا۔

۳؎ تنابزو :۔ التنابز التعایر (قاموس) یعنے ایک دوسرے کو ایسا عیب لگانا جس سے وہ ناخوش ہو بلکہ لازم ہے کہ مسلمان کو اسکے محبوب نام سے پکارے۔ ۴؎ لقب وہ نام ہے جو پہلے نام کے سوا ہوتا ہے (باقی صفحہ آئندہ)

بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں شاید کہ یہ عورتیں ان عورتوں سے

بہتر ہوں اور تم آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے

لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد بدکاری کا نام ہی برا ہے اور جو توبہ نہ کریں تو

وہی ظالم ہیں۔ یعنے اپنے کو بہتر اور دوسرے کو حقیر سمجھکر نہ ہنسو۔ دلوں کا حال خدا ہی کو معلوم ہے کیا معلوم کہ اس دوسرے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہے۔ اس کا خاتمہ کیسا ہو اور تمھارا خاتمہ کس طرح ہو اس میں عورتوں کو بھی خصوصیت کے ساتھ نصیحت ہے اور دوسری نصیحت یہ ہے کہ ایک دوسرے کو عیب بھی نہ لگاؤ کیونکہ جب وہ تمھارا مسلمان بھائی ہے تو اس کا عیب تمھارا عیب ہے۔ اور بُرے القاب اور بُرے ناموں سے بھی ایک دوسرے کو نہ پکارو[1] کیونکہ جب کوئی شخص مسلمان ہو گیا اور

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور اس میں معنی کا لحاظ کیا جاتا ہے بخلاف اعلام کے۔ اور لقب کی دو قسم ہیں۔ ایک بطور تعظیم و تکریم کے جیسے بادشاہوں کے القاب اور دوسرا بطور عیب کے اور اس فرمان خداوندی میں یہی مراد ہے (مفردات)

شہ یہاں اسم سے مراد ذکر کی شہرت ہے۔ اسم سمو سے مشتق ہے جیسے کہتے ہیں لِفلانٍ اسمٌ یعنے اس کا شہرہ ہے نہ کہ وہ اصطلاحی اسم جو کنیت ولقب کے مقابل ہے۔ (خفاجی) ۱۲

[1] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک ایک شخص کے دو دو تین تین نام ہیں اور جب اُسے ان ناموں سے پکارا جاتا تو بعض نام سے وہ ناخوش ہوتا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر از امام احمد و ابو داؤد)

مقاتل بن حبان و مجاہد و قتادہ و سعید ابن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ تم میں سے کوئی باہم ایک

نورِ ایمان سے منوّر ہوگیا تو وہ سب برائیوں سے پاک ہوگیا۔ پھر اسکو برے ناموں
سے مشہور کرنا اور اسکی پہلی برائیوں سے اسکو مطعون کرنا کیا معنے؟ یہ سب بری بات
ہے اگر تم نے ایسا کیا ہے تو توبہ کرو ورنہ تمھارا شمار ظالموں میں ہوگا۔ مسلمانوں کے
ساتھ افعال و اقوال ظاہری کا احتیاط ہی کافی نہیں بلکہ بدگمانی اور غیبت وغیرہ
سے بھی بچو جس طرح ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ
12 اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ○
اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچتے رہو۔ بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔
اور نہ تجسس کرو اور (کوئی) ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی (یہ)
پسند کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ پس تم اس سے نفرت

ع ۱۲ — بدگمانی اور تجسس کی ممانعت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) دوسرے پر طعنہ نہ کریں۔ (ابن کثیر)
ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کی زبان پر امتحان ہے۔ میں تو اس قدر ڈرتا ہوں کہ اگر
کسی کتے سے تمسخر کروں ایسا نہو کہ کتا بنا دیا جاؤں۔ (فتح البیانؔ)
عطاؒ نے فرمایا کہ ہر ایسا لفظ برے لقب کی قسم سے ہے جو بھائی مسلمان کی شان اسلام کے خلاف ہو جیسے گدھا، کتا، خبیث۔
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی زمانہ میں برائیاں کرتا تھا اور پھر اس نے توبہ کی اور راہ راست پر آگیا تو
اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ اسکے اگلے گناہوں کو یاد دلا کر اس کو شرم نہ دلائی جائے + ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر
کوئی شخص کسی دین باطل پر تھا اور پھر وہ مسلمان ہوگیا تو کسی شخص کو جائز نہیں کہ اسے دین باطل سے عار دلائے۔ ۱۲

کرتے ہو (اسی طرح غیبت سے بھی نفرت کرو) اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

غیبت کو مردار گوشت کھانے سے تشبیہ دی یعنے جس طرح اسے برا سمجھتے ہو اسے بھی برا سمجھو۔ غیبت بالاجماع حرام ہے۔ ہاں جو کسی وقت مصلحت سے ہو جیسے جرح۔ تعدیل و نصیحت[1] یا شادی بیاہ وغیرہ تو ایسے وقت جائز ہے۔ بدگمانی۔ تلاش عیوب (عیب جوئی) و غیبت حقوق عباد ہیں انسے معافی چاہ کے توبہ کریں اور جو معافی ممکن نہ ہو یا خلاف مصلحت ہو مثلاً اسکے اظہار سے اس کو دکھ اور رنج پہونچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے اجمالی معافی چاہیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کریں تاکہ وہ ان مظلوموں کو راضی فرما کر تمھاری توبہ قبول کرے اور تم پر رحم فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ كَفَّارَةُ الْغِيبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهُ یعنے غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے (بیہقی بہ سند ضعیف درمنثور)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ جب

[1] ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۲۸۴ - ۱۲

اس کے بھائی مومن کی زبان سے کوئی کلمہ نکلے تو کبھی بدگمانی نہ کرے۔ اور اسکے عمدہ معنے پیدا کرے (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کا طواف فرماتے اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ تو کس قدر پاکیزہ ہے۔ اور تیری خوشبو کس قدر عجیب ہے۔ تو کس قدر معظم اور تیرا احترام کتنا بڑا ہے وَالَّذِی نفسُ محمد بیدہ لحُرمَۃُ المؤمِنَ اعظمُ عِندَ اللہ تعالیٰ حرمتہ منک مالہ ودمہ وان یظن بہ الا خیراً اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بندۂ مومن کی جان و مال کی حرمت تجھ سے بہت زیادہ ہے اور یہ کہ اس کی نسبت نیک گمان ہی کیا جائے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار اے لوگو تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے اور عیب جوئی و نکتہ چینی نہ کرو اور نفیس چیزوں کو حاصل کر کے ایک دوسرے پر فخر نہ کرو باہم حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور پیٹھ پیچھے کسی کا عیب بیان نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بنے رہو۔

چونکہ ان رذائل کا منشاء تکبر اور سب سے زیادہ فخر نسب ہے اس لئے اس کے

متعلق خاص نصیحت فرمائی کہ تم سب آدمؑ و حوّاؑ کی اولاد ہو اس لئے باہم ایک دوسرے پر بڑھائی جتانا چھوڑو کیونکہ اس سے آپس میں منافرت پیدا ہوتی ہے جو باہمی اتحاد و اخوت کے منافی ہے اور یہ خیال رکھو کہ بغیر عمل کے محض نسل و خاندان کوئی چیز نہیں اس لئے استخواں فروشی سے آپس میں بغض و عناد پیدا کرنے کی بجائے خدا کے پاس عزت حاصل کرنے کی کوشش کرو اور یہ مرتبہ تم کو تقویٰ سے حاصل ہوسکتا ہے لہٰذا تقویٰ کی فضیلت بیان فرماتا ہے کہ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ اے لوگو بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تمھاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک اللہ کے پاس تم میں بڑا بزرگ تم میں کا بڑا پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

تقویٰ کی فضیلت

۱۳ ا ب

اس آیۃ کریمہ میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے انساب[1] و اموال پر فخر کرنے اور

---

[1] ہر شئے میں جو فضیلت ہوتی ہے وہ بعد وجود کسی کام سے ہوتی ہے یا قبل وجود ہی اس میں کوئی ایسی بات ہوتی ہے۔ جو قبل وجود ہے اس کا مرجع قابل ہوگا یا فاعل ہوگا جس طرح کہتے ہیں کہ یہ لوہے سے ہے یہ چاندی سے ہے اور یہ فلانے کا کام ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بحسب اصل کسی قابل کو فضیلت نہیں کیونکہ تم سب آدمؑ اور حوّاؑ یا باپ ماں سے پیدا ہوئے ہو اور نہ بلحاظ فاعل فضیلت ہوسکتی ہے

فقراء اور متقیوں کو حقیر سمجھنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ دنیوی شان وشوکت کی کوئی قیمت نہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تو وہی بزرگ ہے جو متقی ہے۔

اس آیت کریمہ کی شانِ نزول یہہ ہے کہ فتح مکہ کے روز جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبتہ اللہ شریف پر چڑھ کر اذاں کہی تو بعض لوگوں نے کہا هذا العبد الاسود یوذن علی ظہر الکعبہ یعنے یہ کالا غلام کعبہ پر چڑھ کر اذاں دیتا ہے۔ بعض نے کہا ان یسخط اللہ ھذا یغیرہ یعنے اگر خدا اس پر غضبناک ہو تو اس کو مسخ کردے۔ ساتھ ہی یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم سے جب استفسار کیا گیا کہ کون سے آدمی بہتر ہیں تو آپ نے فرمایا اکرمھم عند اللہ اتقاھم یعنے خدا کے پاس بزرگ ترین وہ ہیں جو ان میں زیادہ متقی ہیں۔ دوسری روایت ابوہریرہ رض سے اس طرح وارد ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا اِنَّ اللہ لا ینظر الی صُورکُمْ وَاَموَالکُمْ وَلٰکن یَنظر الی قلوبکم وَاعمالکم یعنے اللہ تعالےٰ تمہاری صورتیں اور تمھارے اموال نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے قلوب اور تمھارے اعمال

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیونکہ تم سب کا خالق خدائے تعالیٰ ہے۔ اب جو تفاوت ہے تو امور لاحقہ سے ہے۔ اور ان سب میں لائق تمیز تقویٰ ہے۔ اس لئے مناصب دینی پر حکام متقی و عالم کو مقرر کرنا چاہیئے۔ ۱۲

ملاحظہ فرماتا ہے ۔ (ابن کثیر از مسلم و ابن ماجہ)

حبیب بن خراش العنصری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔ اَلْمُسْلِمُوْنَ اِخْوَۃٌ لَا فَضْلَ لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا بِالتَّقْوٰی یعنی مسلمان باہم بھائی ہیں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں مگر تقوی سے ۔ (ابن کثیر از طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز اپنے ناقہ قصوی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا غرور اور آباؤ اجداد کا فخر دور کر دیا ۔ اب دو ہی قسم کے لوگ ہیں پرہیزگار جو اللہ تعالیٰ کے پاس مکرم ہیں ۔ بدکار جو اللہ تعالے کے پاس ذلیل ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰی الآیۃ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جو کہنا تھا وہ کہہ چکا اب اپنے اور تمھارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں ۔ (ابن کثیر از ابن ابی حاتم و عبد بن حمید از ابی عاصم مختصراً)

متقیوں کی بزرگی بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالے ضعیف ایمان والوں کی سرزنش فرماتا ہے ۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ

اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ گنواروں نے کہا کہ ہم ایمان لائے آپ (ان سے)

کہدیجے کہ تم (درحقیقت) ایمان نہیں لائے مگر تم لوگ کہو کہ ہم اسلام لائے ۔ اور

ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اگر تم اللہ کی اور اس کے رسول کی

(دل سے) اطاعت کروگے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کریگا بیشک

اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

لے ایمان اسلام سے خاص ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے اس پر دلیل ہے حدیث جبریل علیہ السلام کہ آپنے پہلے اسلام کے متعلق سوال کیا پھر ایمان کے متعلق پوچھا اور پھر احسان کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا یعنے حضرت جبریل نے عام سے خاص کی طرف اور پھر خاص سے اخص کی طرف رجوع کیا (ابن کثیر)

حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص سے اس بارے میں جو روایت وارد ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کو کچھ تقسیم فرمایا سوائے ایک شخص کے کہ اسکو کچھ بھی نہ دیا۔ سعدؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اعطیت فلانًا وفلانًا ولم تعط فلانًا شیئًا وھو مومن فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اومسلم یعنے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپنے فلاں فلاں کو تو سرفراز فرمایا اور فلاں کو کچھ بھی نہ دیا حالانکہ وہ مومن ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا مسلمان ہے سعدؓ نے تین بار اسی طرح عرض کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہر معروضہ پر "اومسلم" ارشاد فرمایا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لاعطی رجالًا وادع من ھو احب الی منھم فلم اعطیہ شیئًا مخافتہ ان یکبوا فی النار علی وجوھھم تو اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن اور مسلم میں فرق فرمایا (ابن کثیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الاسلام علانیۃ والایمان فی القلب ثم یشیر بیدہ الی صدرہ ثلاث مرات ویقول التقوی ھھنا یعنے اسلام تو ظاہر ہے ایمان قلب میں ہے پھر حضور انور نے اپنے سینہ مبارک کی طرف تین بار دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا تقوی یہاں ہے۔

اسکے علاوہ ابن عباسؓ ۔ ابراہیم نخعی وقتادہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے بھی یہی ظاہر ہے (ابن کثیر)

اور امام بخاری کا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ منافقین تھے اور اپنے کو مومن ظاہر کرتے تھے ۔ (ابن کثیر) عبداللہ ابن حمید و ابن منذر نے

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت شریف کی شان نزول کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت تمام عرب پر شامل نہیں ہے۔ کیونکہ اعراب میں سے وہ لوگ بھی تو ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے ہیں البتہ قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ والوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی جنہوں نے اپنے اسلام لانے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلاتے ہوئے کہا تھا کہ " اسلمنا ولم نقاتلك كما قاتلك بنو فلانٍ" یعنے انہوں نے کہا کہ ہم اسلام لائے اور ہم نے آپ سے مثل فلاں قبیلے کے جنگ وجدال نہ کیا۔

دوسری روایت ابن جریر نے قتادہ رضؓ سے اس طرح کی ہے" قال نزلت فی بنی اسد" یعنے یہ آیت کریمہ قبیلہ بنی اسد کے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ بنی اسد کے لوگوں نے حاضر دربار رسالت ہو کر کہا کہ ہم ایمان لا چکے چونکہ ان کے قلوب میں اب تک ایمان کی حقیقی برکت جلوہ گر نہ ہوئی تھی اس لئے ارشاد رب جلیل ہوا کہ بجائے "آمنا" کہنے کے "اسلمنا" کہا کرو۔

یہ یاد رہے کہ ایمان دل سے علاقہ رکھتا ہے اور اسلام افعال ظاہر سے۔ ایک شخص مسلمان کی سی وضع رکھتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے تو شرعًا اس کو مسلمان کہیں گے۔ کیونکہ شرع کا حکم ظاہر

مبنی ہے۔ اسی طرح بنی اسد کی جماعت نے بھی خود کو مسلمان بنا رکھا تھا تاکہ مالِ
غنیمت میں حصہ ملے۔ اور جہاد کے موقعہ پر جان کی سلامتی ہو۔ اور قید ہونے سے
نجات ملے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے انھیں تنبیہ فرمائی اور ان کے ایمان کی قلعی
کھول دی اور انہیں بتلادیا کہ پانی اور دودھ یکساں نہیں۔ پانی پانی ہے اور
دودھ دودھ گلٹ سونا نہیں، سونا گلٹ نہیں۔

ان کمزور ایمان والوں کی تنبیہ کے بعد جو سچے اور پکے مسلمان ہیں انکا
حال بیان فرماتا ہے

مومن کی تعریف

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا آیت ۱۵
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ مومن وہی
لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اپنے
مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔

اور جو ظاہرداری کرتے ہیں اور ان کے دل میں ایمان نہیں گو زبانی جمع خرچ
بہت کچھ ہے ان سے بھی اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے جس طرح ارشاد ہے

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ آیت ۱۶
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ کہو کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتاتے ہو حالانکہ اللہ جانتا ہے

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

یعنے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عقیدہ کا کیا اظہار کرتے ہو وہ تو تمام آسمانوں اور زمین کی باتیں جانتا ہے اس سے کونسی بات پوشیدہ ہے یہ سب تمہاری کمزوری ایمان کی باتیں ہیں جب ہی تو تم اپنے اسلام کا احسان جتاتے ہو جس طرح ارشاد ہے

ممانعتِ احسانِ اسلام جتانے کی

۱۷ / آیت ۱

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○

(اے نبی) یہ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لائے کہو کہ تم اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم (دعویٰ ایمان میں) سچے (بھی) ہو۔

یعنے اگر تم اپنے دعوی ایمان میں صادق بھی ہو تو اپنے ایمان و اسلام کا احسان رسول کو نہ جتاؤ کیونکہ وہ اس سے مستغنی ہیں بلکہ اس خدائے ذوالجلال کا احسان ہے جس نے تمہیں ہدایت دی تم خواہ سچے ہو یا جھوٹے بہر حال یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اس کے سامنے ہے جس طرح ارشاد ہے

۱۸ / آیت ۱

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿ع﴾

بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب (کی باتوں) کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اس لئے تمہیں چاہیئے کہ ہمیشہ ڈرتے رہو۔ ریا سے بچو جو کرو خالص اسی کے لئے کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پابندی سے تجاوز نہ کرو اللہ کا احسان مانو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان مانو کہ آپ ہی نے راہِ راست بتائی۔ اشاعتِ اسلام کے لئے طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں اور تمہیں خدا کے راستہ پر لگایا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔